رسالتِ محمدیہ کا اقرار و تسلیمِ احکام شرطِ نجات ہے

(حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک علمی مقالہ)

یہ معلوم ہے کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سر سید احمد خاں صاحب کے آخری دور کے اکثر خیالات مغربی مفکرین سے درآمد کردہ تھے۔ سب سے زیادہ اسلام سے متصادم نظریہ ان کا یہ تھا کہ رسالتِ محمدیہ کا اقرار اور احکامِ شریعت کا ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری، اور نجاتِ اخروی کے لئے شرط نہیں۔ یہ نظریہ بظاہر معصوم سا ہے مگر بڑے دوررس نتائج کا حامل ہے۔

جماعت اہل حدیث کے سرخیل حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرسید صاحب موصوف کے اس فاسد نظریے پر ان ہی دنوں ایک تنقیدی مقالہ سپردِ قلم فرمایا تھا جسے رحیق میں دوبارہ شائع کیا جاتا ہے کیونکہ ادارہ ثقافت لاہور رسالتِ محمدیہ کی اہمیت ختم کرنے کے لئے سرسید کے اس عقیدہ کی اشاعت کر رہا ہے تاکہ اس کی دوسری ثقافتی گمراہیوں کا نوخیز اور ناواقف طبقے کے حلق میں اترنا آسان ہو جائے۔

یہ مقالہ "گلِ دیگر شگفت" کے عنوان سے مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ النبویہ کے ع۱۱ جلد ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۶ھ مطابق نومبر سنہ ۱۸۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔ (رحیق)

آنریبل سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی نے ایک اور گل کھلایا ہے۔ اب لوگوں کو انبیاء اور کتب آسمانی اور احکام مذہبی و ایمانی کی قید سے بھی آزاد کر دیا۔ اور صاف صاف فرما دیا کہ جو شخص نہ کسی نبی کو مانتا ہے نہ کسی کتاب کو الہامی جانتا ہے نہ کسی حکم مذہبی (فرض واجب) کو قبول کرتا ہے بلکہ صرف خدائے واحد پر یقین رکھتا ہے وہ بلاشبہ مسلمان (محمدی و ناجی (نجات پانے والا) ہے۔ چنانچہ تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ سنہ ۹۶ھ کے صفحہ ۲۴ میں فرمایا ہے۔

"اسلام کے اصل اصولوں کے موافق نہ ان اصولوں کے جن کو علماء نے قرار دیا ہے وہ شخص جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو، نہ کسی اوتار کو، نہ کسی الہامی کتاب کو، نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض وواجب سے تعبیر کئے گئے ہیں اور صرف خدائے واحد پر یقین رکھتا ہو کون ہے؟ ہندو ہے؟ نہیں، زردشتی ہے؟ نہیں، موسائی ہے؟ نہیں عیسائی ہے؟ نہیں، محمدی ہے؟ نہیں، پھر کون ہے؟ مسلمان، گو ہم نے اس شخص کے محمدی ہونے سے انکار کیا ہے مگر اس کا محمدی ہونا ایسا لازم ہے جیسے کہ اس کا مسلمان ہونا۔ کیونکہ انہی کی بدولت وہ مسلمان کہلایا ہے۔ پس وہ بھی درحقیقت محمدی ہے۔ پر ناشکرا محمدی۔ جیسے ہمارے زمانہ میں بعض فرقے ہیں۔ جو غالباً توحید ذات باری پر بکمالہ یقین رکھتے ہیں اگر کہو کہ وہ کافر ہیں تو غلط ہے کیونکہ کافر تو نجات نہیں پانے کا۔ مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔

وقالوا لن يدخل الجنة الا من كان هوداً او نصارى تلك امانيهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين- بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون (سورة البقرہ ۱۰۵ اور ۱۰۶) اور پھر ایک جگہ فرمایا ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى اثماً عظيما (سورة النسا ۵۱)

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شهد ان لا اله الا الله مستيقنا بها قلبه فدخل الجنة۔ پس جو شخص اس کلمہ پر یقین رکھتا ہے وہ بلاشبہ مسلمان و محمدی ہے۔"

پھر آپ نے یہ غضب کیا ہے کہ جو لوگ وجود باری تعالےٰ سے منکر کہلاتے ہیں ان کو بھی اسلام و نجات کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے اور ان کے وجود باری سے انکار کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کو وجود باری سے انکار نہیں بلکہ اس وجود کی دلیل کے علم سے انکار ہے۔ پھر فرمایا

"ان کے اہل جنت ہونے میں کیا شک باقی رہا"

اور ہر چند اپنی تقریر اوّل کی نسبت یہ بھی فرمایا ہے کہ

"نہ ہمارا یہ مدعا ہے کہ لوگ انبیاء سے انکار کریں نہ ہمارا یہ منشا ہے کہ لوگ کتب الہامی کو نہ مانیں نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ لوگ پابندیٔ احکام چھوڑ دیں بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ تمام موحد مسلم و ناجی ہیں۔ پھر جو کوئی چاہے اپنے خیالات فاسد سے ہمارے اس قول کے اور کچھ معنی قرار دے لے۔"

لیکن یہ فرمانا آپ کا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ ہم نے یہ الفاظ تو بولے ہیں پر ان کے معانی مراد نہیں رکھے۔ یا یہ کہ ہم ملزوم کو زبان پر لائے مگر اس کے لازم کا ارادہ دل میں نہیں رکھتے۔

جناب من انبیاء و کتب الہامی و احکام مذہبی کے منکر کو کافر نہ کہنا منکر ہو جانے کی صاف اجازت دینا ہے۔ اور یہ اجازت عدم تکفیر کا مفہوم و عین منشا ہے۔ غرض کیا یہ بدگمانی اور خاسد خیالی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ پھر منکر ہو جانے کی اجازت کا عدم تکفیر کو لازم ہونا تو ایسا ہے جیسے مسلمان کو باوجود انکار کے محمدی ہونے سے محمدی ہونا لازم ہے۔ جس جرم سے مواخذہ اٹھایا جاتا ہے وہ جرم سنگین کہاں رہتا ہے۔ اور اس کے ارتکاب کی فی الجملہ اجازت کے لزوم میں کیا شک رہتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص واقف قوانینِ سیاست کہتا ہے کہ بادشاہ کی اطاعت سے سرکشی بغاوت نہیں اور اس کے مرتکب پر مواخذہ نہیں پس لوگوں کو اطاعت سے منحرف کرنا اولاً تو اس کلام کا مفہوم اور اس شخص کا عین مدعا معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کو کوئی نہ مانے تو اس کلام کو انحراف کا لازم ہونا تو کسی کے شک کا محل نہیں ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے زہر کھانے یا شراب پینے میں ہلاکت یا نقصان نہیں یہ کہنا بھی معناً زہر کھانے اور شراب پینے کی اجازت ہے اس کو کوئی نہ مانے تو اس کلام سے اجازت کی لزوم میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ نے اس تقریر سے لوگوں کو اتباع انبیاء و کتب الہامی و احکام مذہبی سے التزاماً یا لزوماً صاف آزاد کیا ہے اور ہمارے خیالات کو صحیح کر دکھایا۔

اب رہا یہ امر کہ آپ کا یہ دعوے کہ منکر انبیاء و کتب و احکام کافر نہیں اور ایسا بے قید ہونا اصول اسلامی کے موافق جرم مانع نجات نہیں یہ اصول اسلام کے موافق ہے یا مخالف؟

اس کا تصفیہ ہم قرآن ہی سے کرتے ہیں جس کا اصول اسلام سے ہونا آپ بھی مانتے ہیں نہ ان اصول سے جن کو علماء نے از خود قرار دیا ہے ایسے اصول کے ہم بھی (آپ کی طرح) مقلد نہیں اور یہی ہماری بحث میں بمقابلہ جناب لطف ہے ورنہ علماء کے اصول و اقوال سے آپ کب قائل ہوتے ہیں۔ اور تقلیدی اصول کو آپ کب سنتے ہیں۔

پس توجہ سے سنیں کہ قرآن مجید نے انبیا و کتب سماویہ و احکام مذہبیہ کے انکار کو صاف صاف کفر بتایا ہے اور تصدیق انبیاء و کتب سماویہ و احکام کو جزو ایمان قرار دیا ہے قرآن میں اس مضمون کی صدہا آیات ہیں ازاں جملہ چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔

(الف) آیات متضمنہ وجوب ایمان بکتب و انبیاء و تکفیر منکر آنہا بلا اخفاء۔

(۱) اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ (بقرہ ع ۴۰)

سورۂ بقر میں ہے رسول اور مومن سبھی کتب منزلہ اور خدا اور فرشتوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کسی میں تفرقہ نہیں ڈالتے۔

(۲) یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی انزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا (نساء ۲۰)

لوگو! جو ایمان کا دعوےٰ رکھتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو جواب اور اس سے پہلے اتاری ہے مانو اور جو خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں سے اور پچھلے دن سے منکر ہوگا وہ دور بھولا ہے

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

(۳) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں (اس طرح کہ) اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں

ببعض الکتاب ونکفر	(یعنی خدا کو مانتے ہیں اور رسولوں کو نہیں
ببعض و یریدون ان	یا یہ کہ کسی رسول کو مانتے ہیں کسی کو
یتخذوا بین ذلک سبیلا	نہیں مانتے) اور وہ بیچ کی راہ کہ خدا
اولئک هم الکافرون	کو ماننا اور رسول کو نہ ماننا نکالنا چاہتے
حقا واعتدنا للکافرین	ہیں وہ ٹھیک ٹھیک کافر ہیں اور خدا
عذابا مهینا - رسورہ	نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب
نساء رکوع ۲۱)	تیار کر رکھا ہے۔

(ب) (آیات متضمنہ تکفیر منکرین آیات و احکام و وعید شدید جہنم بر مخالف نبی کہ از لوازم کفر است بالکلام)

(۱) فلا وربک لا یؤمنون حتی	تیرے رب کو اپنی قسم ہے کہ یہ لوگ جب
یحکموک فیما شجر بینهم	تک تیرا حکم نہ مانیں گے مسلمان نہ ہونگے
(۲) من لم یحکم بما انزل الله	جو کوئی کتاب منزل کے موافق فیصلہ یا
فاولئک هم الکافرون۔	حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

یہ آیت یہودیوں کے حق میں اتری ہے جو باوجودیکہ خدا کو مانتے اور موسیٰ رسول کو برحق جاننے پر رجم وغیرہ احکام تورات سے منکر ہو بیٹھے تھے چنانچہ شانِ نزولِ آیت اس پر شاہد ہے جو صحیح مسلم صفحہ جلد ۲ اور تفاسیر میں مذکور ہے۔

(۳) ان الذین کفروا بآیاتنا	جو لوگ ہماری آیات سے کفر کرتے ہیں
سوف نصلیهم نارا کلما	ان کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے جب
نضجت جلودهم بدلناهم	ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ان کی کھالیں
جلودا غیرها لیذوقوا	ہم بدل ڈالیں گے تاکہ وہ عذاب
العذاب (سورہ نساء رکوع ۱۸)	چکھتے رہیں۔
(۴) ومن یشاقق الرسول من	اور جو کوئی بعد ظہور ہدایت کے رسول
بعد ما تبین له الهدی	کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ کو
ویتبع غیر سبیل المؤمنین	چھوڑ کر اور راستہ چلے اس کو ہم جدھر

نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا (نساء ۱۷) — وہ چاہتا ہے پھیریں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بازگشت نہایت بری ہے

جب یہ آیات صریحہ ونصوص قطعیہ تصدیق نبی وکتب واحکام کو جزو ایمان بناتی ہیں اور منکر ومخالف نبی کو کافر بتاتی ہیں تو وہ دو آیتیں اور ایک حدیث متمسکہ جناب مخاطب جن میں توحید پر وعدہ نجات ہے عموم پر کب محمول ہو سکتے ہیں۔ اور بجز ان موحدین کے (جو اقرار توحید کے ساتھ انبیاء وکتب الہامی کو بھی مانتے ہیں) اور دوسرے "موحدین" منکرین انبیاء کو کب شامل ہو سکتے ہیں۔ وہ آیتیں اور حدیث تو انہی لوگوں کی نسبت ہیں جو کفر چھوڑ کر تابع بنے ہوئے ان کو خدا نے وعدہ دیا ہے کہ باوجود ایمان پھر اگر تم سے کوئی گناہ سوائے شرک ہوگا تو وہ خدا چاہے گا تو بخش دے گا۔ اور شرک باوجود مومن ہو جانے کے بھی عمل میں لاؤ گے تو بخشا نہ جائے گا۔ ان آیات وحدیث میں کافروں اور منکروں کو شامل کر لینا آپ ہی کی بہادری ہے۔ آپ کے سوائے زمانۂ نبوت سے لے کر آج تک کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہوئی۔ اور نہ کسی آیت وحدیث میں یہ عمومیت وشمولیت پائی جاتی ہے۔ آیات متضمنہ تکفیر منکرین نبوت کی مؤید احادیث بھی بہت ہیں جو باتفاق مسلمانوں کے صحیح ہیں ولیکن اس مقام میں ان کی نقل اس لئے فروگذاشت ہوئی کہ شاید جناب مخاطب ان احادیث کو کسی بہانہ سے ان کی صحت کو نہ مانیں اور اصلی اصول سے ان کو خارج کر ڈالیں۔

اب اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ جناب ممدوح کے اس قول واعتقاد پر آپ (یعنی سرسید)[۱] کے اسلام کا کیا حال ہے اور ان کی نسبت اب بھی تمہارا وہی اعتقاد وخیال ہے جو تم نے نمبر ۵ بصفحہ ۱۴۴ اور نمبر ۱۰ میں بصفحہ ۲۹۳۔ ان کی نسبت ظاہر کیا ہے[۲]؟ یا اب اس میں کچھ فرق آگیا ہے؟ تو جواب اس کا

[۱] یا پھر جناب سید احمد خاں صاحب کے مقلد ادارہ ثقافت کے سر دبیر خلیفہ عبدالحکیم اور ان کے حلقہ بگوشوں کی کہ بلا جھجک اس عقیدہ کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہیں (رحیق) [۲] اشاعۃ السنۃ کے ان محولہ مقامات میں مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا اگرچہ جناب سید احمد خاں وغیرہ کی بعض تحریریں ضروریات دین کے انکار کو مستلزم ہیں تاہم صراحت نہ ہونے کی وجہ سے حکم تکفیر سے احتراز کرنا چاہیئے۔ لیکن دوسرے علمائے کرام مولانا سے مختلف رائے رکھتے تھے۔ بالآخر زیر بحث مضمون کی اشاعت کے بعد مولانا مرحوم کے لئے بھی دوسرے علماء کے ساتھ متفق ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

یہ ہے کہ اب میرے اس خیال میں فرق آگیا ہے اور جناب کے اس قول نے جس میں آپ نے ضروریات و قطعیات دین کا انکار کیا ہے اور کفر کو اسلام بنا دیا مجھے آپ کی نسبت شک و تردد میں ڈال دیا ہے۔ اب میں آپ کے اسلام کا مدعی نہیں بن سکتا۔ اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں کو آپ کی تکفیر سے روک نہیں سکتا۔ اور آپ کی خطاؤں کو اجتہادی نہیں بنا سکتا۔ امور متلزمہ کفر میں اجتہادی خطا اس شخص کی خطا ہے جو کفر کو کفر جاننے پر از راہ خطا اس میں جا پڑے ومع ذلک۔ وہ محل جس میں اس نے خطا کی ہو شبہ و اجتہاد کا محل بھی ہو۔ اور جو شخص کفر کو کفر نہیں جانتا اور قطعیات اور ضروریات دین سے جہاں تاویل و اجتہاد کا مساغ نہیں انکار کرتا ہے۔ اس کی خطا کو اجتہادی کہنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے جس کو دھینگا دھینگی کہا جاتا ہے۔ بس اس امر کی تفصیل پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بالفعل اپنی کلام سابق کے ناظرین کو اپنی تبدیلئ خیال پر (جو جناب ممدوح کی تبدیلی حال سے پیدا ہوا ہے نہ اپنی غلطی معلوم ہونے سے) آگاہ کرتا ہوں۔ اور اس پر بھی جناب ممدوح سے یہ امید رکھتا ہوں کہ میرے اس شک و تردد پر جس کو میرا دل پسند نہیں کرتا اور دلیل کا نہ ملنا اس کا باعث ہے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں گے اور یہ خیال فرمائیں گے کہ جس حالت میں دہریہ کا دلیل نہ ملنے کا سبب وجود باری کا اقرار نہ ہونا آپ کی آشفتگی خاطر کا موجب نہیں ہوا تو آپ کے اسلام کی دلیل نہ ملنے کے سبب اس کا مدعی نہ ہونا کیوں موجب آشفتگی خاطر عاطر ہوگا۔

(بقیہ از صفحہ ۲۴۰)

(۴) کیونکہ امور نقلیہ سے مقصود افادہ کے لیے جن امور کی ضرورت ہے وہ سب کے سب ظنی ہیں۔

(۵) جن کے نزدیک ادلہ نقلیہ سے یقین ہو سکتا ہے ان کے نزدیک بھی ہر جگہ یقین حاصل نہیں ہوتا۔

(۶) قرآن مجید میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا مدلول یقینی طور پر متعین نہیں ہو سکتا پس ان کی دلالت ظنی ہوگی۔

چوتھا معنی جھوٹ ہے جیسے قرآن میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ۔ یہ لوگ صرف جھوٹ بولتے ہیں اسی تیسرے اور چوتھے معنی کے لحاظ سے ظن کی مذمت کتاب و سنت میں وارد ہے۔ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں حیث وجد الظن من موما متوعدا علیہ بالعقاب فھو الشک (اتقان ص ۳۶۳ ج ۱)

"یعنی جہاں ظن کی مذمت وارد ہوتی ہے اور اس پر عذاب کا وعید ہو اس سے مراد شک ہے۔" (باقی)